رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۵۸ · اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ · رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۵۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

خلافت نمبر

قادیان · دور جدید

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

بیا در بزم مستان تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
حکومت اور والیان ریاست سے ۱۲ر
امراء و رؤسا سے ۸ر
معاونین سے ۶ر
عوام سے ۵ر
ممالک غیر سے ۱۲ر

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد ۴۰ · مورخہ ۱۷/۲۴ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱/۲۸ دسمبر ۱۹۳۷ء یوم سہ شنبہ · نمبر ۲۸ تا ۳۱

قصیدہ مدحیہ درشانِ امام جماعت احمدیہ

از مولینا جلال الدین صاحب شمس مبلغ لنڈن

ہمارا خلیفہ ہے محمود پیارا — جو ہے احمدیوں کی آنکھوں کا تارا
وہ ہمدرد سب کا ہے غمخوار سب کا — جماعت کا راعی ہے قائد ہمارا
مقابل ہو اس کا یہ طاقت ہے کس میں — غرور اس نے توڑا ہے دشمن کا سارا
کہاں اسکی تفصیلِ اوصاف ممکن — یہ کہدوں کہ ہے حق تعالیٰ کا پیارا
سراپا تقدس ہے نورِ مجسم — مسیحا کا فرزند حق کا دلارا
اسیروں کی وہ رستگاری کا موجب — اور ان کے مقدر کا روشن ستارا
وہ فضل عمر ہے اولوالعزم بے شک — نظیر مسیحا ہے مہدی کا پیارا
عدو میں رہی اس کا چیلنج سن کر — نہ اٹھنے کی طاقت نہ چلنے کا یارا
وہ ابن جری ہے وہ شیر خدا ہے — کہ اس کے مقابل جو آیا وہ ہارا
کہاں ہیں کہاں طالبان حقیقت — سنیں آکے قرآن اس سے خدارا
وہ اس کے حقائق وہ اسکے معارف — کہ سنکر جنہیں دنگ عالم ہو سارا
یہ کشتیٔ اسلام تھی ڈوبنے کو — اسی نے دکھایا ہے اس کو کنارا
ذلیل اسکے دشمن ہوئے کیسے کیسے — یہ پبلک میں ہم سے نہ پوچھو خدارا
جماعت ہے اس کی وفادار ایسی — جھکے جسطرف بھی ہو اس کا اشارا
ہماری ترقی سے دل دشمنوں کے — حسد سے ہوئے جاتے ہیں پارا پارا
خدا کا یہ وعدہ ہے ہم کو ملیں گے — عصا روس کا اور قوس بخارا
رہے گا جو اے شمس حق کا مخالف — اٹھائیگا دو نو جہاں میں خسارا

الحکم کا خلافت نمبر

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات ایسی بلند پایہ اور جامع الصفات ذات ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے عظیم الشان انسان ہونے کی اطلاع دی۔ ایسا انسان جس سے قومیں **رستگاری** حاصل کریں گی جو **حق و باطل** میں تمیز کر کے دکھا دے گا۔ جو امام ہوگا۔ اور **صلح** اور **راستی کا علمبردار** ہوگا۔ اور **خدا تعالےٰ کی صفات** کو دنیا کے سامنے ایسے رنگ میں پیش کرنیوالا ہوگا۔ کہ **دہریت** اور **مادیت** کے **فرزند** بھی **الوہیت** کو اس طرح جان لیں گے۔

کانّ اللہ نزل من السماء

گویا کہ انہوں نے خدا تعالےٰ کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھ لیا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت کی ذات والا صفات کے محامد اور برکات کا ایک جگہ جمع کرنا انسانی طاقت سے بالا ہے۔ حضور کی بعثت اللہ تعالےٰ کے اس کلام نے کہ

وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہی قرار دی ہے اور ہم نے گذشتہ ۲۵ سال میں اپنی آنکھوں سے آپکے **فیوض** اور آپ کی **قوت قدسی**۔ آپ کی **روحانیت** آپکی **قرآن دانی** - اور آپ کی **دعاؤں کی قبولیت** آپکا **نشر اسلام غیر معمولی** اور **غیر فانی** اور آپ کی **شان جلالی** آپکا **عدل** آپ کا **انکسار**۔ آپ کی **محبت** آپ کا **حسن** آپ کا **احسان**۔

الغرض

ہزاروں نشانیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ اور ہمارے دل نے اس سے بصیرت حاصل کی ہیں نے چاہا کہ اس روحانی سورج کی روشنی میں بیٹھ کر اس کی خوبصورت کرنوں کو دنیا کے سامنے ایک خاص نمبر کے ذریعے ظاہر کرنے کی کوشش کروں۔ ایسے انسان اللہ تعالےٰ کی کامل و مکمل نشانوں کے مظہر ہوا کرتے ہیں جس طرح خدا تعالیٰ کی نشانوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ ایسے ہی ان پاکباز اور راستباز انسانوں کی شان کا احاطہ کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ خدا کی مخلوق میں سے ایک سورج کو دیکھو اسکی کرنیں دیکھنے میں یک رنگ واقع ہوئی ہیں مگر سورج کا وجود انسانوں کے لئے الگ اثر رکھتا ہے حیوانوں کیلئے الگ۔ نباتات کے لئے الگ۔ جمادات کے لئے الگ۔ سمندروں کے لئے الگ۔ اور مٹی کے ذرات کیلئے الگ۔ الغرض ہر قسم میں مختلف قسم کے تاثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ اور پھر ہر قسم کے ہر ایک فرد میں جداگانہ اثر ہے مثلاً سورج کہیں نباتات کو خشک کرنے کا کام کر رہا ہے تو کہیں انہیں نشوونما اور ان میں پیدا کرنے کا کام کر رہا ہے بالکل یہی حالت ان خدا نما انسانوں کی ہوتی ہے جو آئینہ الٰہی بن جاتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی ہر صفت کا مظہر ہوتے ہیں۔ اور پھر ہر صفت ہر شان کے لئے جداگانہ عمل ظاہر کرتی ہے۔ اس لئے ان کی شانوں کو کوئی علم اور کوئی **دماغ** احاطہ نہیں کرسکتا۔ تاہم ان کی سیرت کے بعض جلوے ایسے ہوتے ہیں جو لوگوں کے سامنے لائے جاسکتے ہیں۔ تا قومیں اور ملک **ان سے زندگی حاصل کریں۔**

میں یقین رکھتا ہوں حضرت امیر المومنین کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پہ اگر لکھنے والے چند چند سطریں بھی لکھیں تو کئی ہزار صفحے کا اخبار بھی اس کے لئے کافی نہیں ہوسکتا۔ یہ امر نہ تو مبالغہ ہے اور نہ حقیقت سے دور۔ میں نے جب اس امر کا عزم کیا۔ تو اسوقت میں نے اپنی طاقت کے مطابق یہ چاہا تھا کہ ایک سو صفحے کا باتصویر نمبر شائع کرونگا۔ اور میرا خیال تھا کہ میں اس کام میں نہایت آسانی سے کامیاب ہو جاؤنگا

مگر افسوس کے میرے راستے میں ایسی روکیں پیدا ہوئیں۔ کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اور یہ روکیں ایسی تھیں جن پر میں غالب نہ آسکا۔ پہلی روک یہ تھی کہ کاغذ کی قیمت یکدم بڑھ کر دگنی ہوگئی جس کی وجہ سے اخراجات کا اندازہ بالکل غلط ہوگیا اور اتنے روپے کی فراہمی میرے لئے مشکل ہوگئی۔

دوسرے میری صحت اسقدر گرگئی۔ کہ میں قلم کو ہاتھ میں پکڑنے کے قابل نہ رہا۔

تاہم

میں نے نہ چاہا کہ میں اس ارادے سے نیچے اتروں اس لئے میں آج کا نمبر اپنے ارادے کی تمہید کے طور پر شائع کرتا ہوں۔ اور اگر خدا تعالےٰ نے مجھے توفیق دی تو میں کم از کم ایک سو صفحے کا ایک اور خلافت نمبر جو باتصویر ہوگا شائع کرسکونگا۔

وباللہ التوفیق

ضرورت ہے کہ ہم حضور کے برکات اور فیوض کو دنیا کے کناروں تک پہنچا سکیں۔ اور بتلا سکیں کہ یہی وہ پاک انسان ہے جسے خدا تعالےٰ نے خلافت کی ردا اڑھا کر آج جبکہ اسلام کا قصر متزلزل ہو رہا تھا کھڑا کیا ہے تا وہ اس قصر کو از سر نو مستحکم و مضبوط کر دے۔ نیز اس لئے کہ ہم اس آدم کا حقیقی چہرہ دنیا کو دکھا سکیں جس کے مقابل **شیطانی فوجیں** اور **طاغوتی لشکر** کھڑے ہیں۔ **کاش دنیا دیکھے** کہ پاکیزگی کا سمندر دنیا میں اس کے طفیل موجزن ہو رہا ہے۔ توحید الٰہی کی خوشگوار نسیم چلنے لگی ہے اور ان مقامات پہ جہاں خدا نے اپنا منہ چھپا لیا تھا۔ اور وہ انسانوں کے قلوب اور ان کی بصیرت سے دور ہوگیا ہے۔ وہاں پھر **خدا کا جلوہ نظر** آنے لگا ہے۔

اور مردہ جسموں میں پھر روح عود کرنے لگی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس اور اس پاک انسان کی وجہ سے ہوا ہے۔ جسے

خدا نے اپنے ہاتھ سے خلافت کی ردا

پہنائی چونکہ خدا نے چاہا ہے کہ وہ اس مادی دنیا میں اپنے حسن و جمال اور اپنے جلال اور کمال کو اس خلافت کے ذریعہ ظاہر فرمائے۔ اس لئے اب کوئی طاقت اسے تخت خلافت سے اتار نہیں سکتی۔

پس اے میرے ہمنوا اور شریک

مودت عشاق

آؤ ہم مل کر تہیہ کریں کہ اپنے محبوب کے چہرے کو اور اس کے برکات و فیوض کو دنیا کے کونوں تک پہنچا کر چھوڑیں گے۔ میں اس تحریر کے ذریعے ان لوگوں کو پکارتا ہوں جن کو اس کے منہ کا کلام منقام سکر پہ پہنچا دیتا ہے۔ اور محبت الٰہی ان میں موجزن ہونے لگ جاتی ہے۔ اور وہ جو اپنی زندگی اس کی زندگی میں محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ جو اس ہر ہر ادا پہ پروانہ وار گرتے ہیں۔ اس کی آوازیں اپنے لئے حیات اور زندگی کا سامان پاتے ہیں وہ اٹھیں اور مجھے ایک ایسے خلافت نمبر کی اشاعت کے لئے مستغنی بنا دیں۔ جو حضور کی سیرت و صورت والا مجلد کا ایک فوٹو ہو۔

میں ان محبت کے پروانوں کو ڈھونڈوں گا۔ اور عشق کی مورتوں کا انتظار کرونگا۔ ممکن ہے ان کی قوت میری کمزوری سے مل کر مجھے کامیاب کر دے۔

اور بالآخر میں ہر اس بھائی سے جو اس مقصد میں میرے ساتھ متفق ہو درخواست کروں گا کہ وہ میرے اس عزم کے پورا ہونے کیلئے دعا فرمائے تا اللہ تعالےٰ میرے لئے غیب کی راہیں پیدا فرمائے۔

محمود احمد عرفانی

جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی کی قلم سے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک خادم جو آپ کی محبت میں گداز تھے۔ حضرت قاضی خواجہ علی صاحب مرحوم مغفور تھے۔ جو لدھیانے کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ایک دن ظہر کی نماز کے بعد حضور کی مجلس میں عرض کیا کہ حضور مولوی عبدالعزیز صاحب حضور کی مخالفت میں اتنی ترقی کر گئے ہیں۔ کہ وہ جب تک حضور کی اور احمدیوں کی مخالفت میں بڑے سے بڑے گندے الفاظ بول کر اپنے منہ کو گندہ نہ کرلیں ان کا ایمان مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کے خیال میں اب ایمان کی تکمیل یہی ہے۔ کہ حضور کی تکذیب کریں۔ اور آپ کو برا بھلا کہہ کر آپ کی جماعت کے دلوں کو زخمی کرتے رہیں۔ اور یہی وہ لوگوں کو وعظ کرتے ہیں کہ میرزا صاحب کو کافر یقین کرنا چاہیئے۔

اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

اسی شخص کا ایمان کامل ہوسکتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی قدرتوں پر پورا اور کامل یقین اپنے اندر پیدا کرے۔ اور خدا تعالےٰ کے خوف سے اپنے قلب کو لبریز کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حکموں پر پورے طور پر کاربند ہو جائے۔ اور اپنے نفس کو خدا تعالےٰ کے حضور اسطرح گرا دے کہ یہ ایک بے جان چیز ہے۔ اور جو کچھ خدا تعالےٰ نے اسے دیا ہے اسے خدا ہی کو سونپ دے۔ اور جو بھی عمل کرے خدا تعالےٰ کی رضامندی کے مطابق کرے اور اپنے اندر ذرا بھی مخالفت باقی رہنے نہ دے۔ بالکل اسطرح سے عمل کرے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سکھلایا تھا۔ اپنے اخلاص میں ایسی ترقی کرے۔ کہ اپنے تمام ارادوں کو ترک کرکے اللہ تعالےٰ ہی کے ارادوں کی تکمیل کرے۔ اپنے نفس پر پورے طور پر موت وارد کرلے۔ اور اس کا اپنا کچھ بھی نہ رہے۔ نہ اس کی جان نہ اس کی اولاد۔ نہ اس کا مال۔ اور نہ اس کا اپنا کوئی راز دار ہی رہے۔ غرض سارے کا سارا ہی خدا کا ہو جائے

فرمایا

یہ وہ ایمان ہے جسے خدا تعالےٰ پسند کرتا ہے۔ اور جب یہ پیدا ہو جائے۔ تو بندہ خدا کی گود میں چلا جاتا ہے۔ اور یہ لوگ ہیں جو کامل الایمان ہیں۔ ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ ایسے مولویوں کے وعظوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کریں۔ یہ مولوی تو خود ایمان کی چاشنی سے محروم ہیں۔ اگر ان میں ذرا سا بھی ایمان ہوتا تو یہ ایسے بے خبر نہ ہوتے اللہ تعالےٰ کبھی بھی اپنی سنت کے خلاف نہیں کرتا۔ یہ لوگ تو دین الٰہی کو بھی اپنے ماتحت بنا رہے ہیں۔ اور سنت الٰہی سے بالکل بے خبر ہیں۔ اگر یہ لوگ سنت الٰہی کی حقیقت کو جانتے ہوتے تو یہ گمراہی میں مبتلا نہ ہوتے۔

اب تو ان لوگوں کی گمراہی کھل گئی ہے۔ اور ان کی مولویت کا پردہ چاک ہو گیا ہے۔ ان کے پاس کونسی دلیل ہے جس سے یہ مولوی سنت الٰہی کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اور اپنے ایمان کو بھی ضائع کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے بندوں کے ایمان کو بھی ضائع کر رہے ہیں۔

فرمایا

در اصل ایسے لوگ دہریہ طبیعت کے ہوتے ہیں اگر یہ لوگ خدا تعالےٰ پر یقین رکھیں۔ تو اپنے عیبوں کو دیکھیں۔ اور اپنی ہی اصلاح کریں۔ اور اپنے اندر لذیذ ایمان پیدا کریں۔ جس کی حلاوت سے ان کے دلوں کے گند دہل جائیں۔ وہ کون سا راستباز اور پاکباز ہے جس میں گندوں نے عیب نہیں نکالے۔ اگر یہ اندھے کچھ بھی غور کرتے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کیا کام کیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کیا کیا کام کئے۔ تو یہ گندہ دہن لوگ کبھی بھی دلیری سے ان پاکباز لوگوں کی تکذیب اور توہین کے مرتکب نہ ہوتے۔ پس یہ اندھے ہیں۔ اور کور باطن ہیں۔ ان کو ان کی خوبیاں نظر نہیں آتیں۔ ہم نہیں جانتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان چاروں جانبازوں میں سے کون خدا تعالےٰ کے حضور زیادہ قریب ہے۔ پس ہمیں تو چاروں میں خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ ہمارے لئے تو چاروں ہی قابل عزت اور قابل تعظیم ہیں۔ ان کی آنکھوں نے اس پاک کا جمال دیکھا تھا جس پر اللہ تعالےٰ اور اس کے تمام فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اگر وہ پاکباز نہ ہوتے تو ہم تک یہ دین اسلام نہ پہنچتا۔ پس پاکبازوں کی تکذیب کرنے والے کبھی بھی خدا کی درگاہ میں قبول نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی بھی ان لوگوں میں نہ کوئی عارف باللہ ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔

آج بھی

میرے دل میں یہ پاک تعلیم موجزن ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی مبارک آواز میرے کانوں میں یوں گونج رہی ہے۔ گویا کہ میں حضور کی مجلس میں بیٹھا ہوا سن رہا ہوں۔

اس لئے

میں شیخ عبدالرحمٰن مصری کو بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ تعلیم کو **کس نے دنیا کے کناروں تک پہنچایا اور کس نے حضورؑ کی تعلیم کی حفاظت کی۔ کیا خدا تعالےٰ بھی غلطی کرسکتا ہے۔ کہ وہ نہ پاک دیکھے اور نہ ناپاک دیکھے۔ اور یوں ہی کسی کی تائید** کرتا چلا جائے۔ پس اے شیخ تو اللہ تعالےٰ کے عمل کو دیکھ کہ وہ کس کی تائید میں کمربستہ ہے۔ اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کی حفاظت اور اشاعت کے لئے کس انسان کو چنا وہ وہی پاک انسان ہے۔ جو آج تخت خلافت پر متمکن ہے اور جسے خدا تعالےٰ نے اپنے کلام اور اپنی پاک

وحی میں

محمود

قرار دیا۔

گالیاں سن کر دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

ایک دفعہ حضور کی مجلس میں ایک دوست نے عرض کیا۔ کہ حضور یوں تو میرے سارے گاؤں والے دشمن ہیں۔ مگر ایک شخص نے تو میری مخالفت کی حد ہی کر دی ہے۔ میرے جانوروں کو جنگل میں آرام سے چرنے نہیں دیتا۔ اور میرے کھیتوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس سے مجھے بہت ہی تکلیف پہنچ رہی ہے ان تکالیف کو تو برداشت کر رہا ہوں۔ مگر ایک ایسی تکلیف ہے جو میری برداشت سے باہر ہے وہ میرے سامنے حضور کو فحش سے فحش گالیاں دیتا ہے۔ یہ تکلیف مجھے ہر وقت تڑپاتی ہے۔ اور میری برداشت سے باہر ہے۔ میں نے اسے بارہا کہا ہے کہ تو میری ماں۔ بہن بیوی۔ بیٹی جس کو چاہے گالیاں دے لے۔ میں اسے برداشت کر لوں گا۔ مگر میرے پیر کو گالیاں نہ دے۔ یہ ظلم مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ مگر وہ باز نہیں آتا۔ اب میں اس کا کیا علاج کروں۔ وہ میری ایک ڈانگ کی بھی مار نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہ دوست رونے لگ گیا۔ اور اس بے صبری سے رویا۔ کہ ہم سننے والے بھی رونے لگ پڑے۔ اور ہمارے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اقدس پر بھی رونے کا اثر پڑا۔ تب حضور نے

فرمایا

چودھری صاحب! آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا ہوگا کہ آپ کو لوگوں نے کیسی کیسی تکلیفیں پہنچائیں تھیں۔ مگر وہ کیا ہی پاک وجود تھا۔ جو پیروں سے سر تک لوگوں کی خیرخواہی سے لبریز رہتا تھا۔ آپ کا کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا تھا۔ جس میں آپ اللہ تعالےٰ کی مخلوق کی بھلائی نہیں کرتے تھے۔ پس جب لوگوں نے آپ کو بھی ستا کے بغیر نہ چھوڑا۔ تو میں کیا ہوں میں تو آپ کا ایک غلام ہوں۔ اگر وہ مجھے گالیاں دیتا ہے۔ تو اسے گالیاں دینے دیا کریں۔ اور آپ صبر کریں۔ صبر کرنا اللہ تعالےٰ کے انبیاء اور مرسلین کی سنت ہے۔ اور آپ تو انبیاء اور مرسلین کی سنت کو تازہ کر رہے ہیں۔ اور یہ کوئی معمولی کام نہیں جو آپ کر رہے ہیں۔ پس آپ صبر کرتے رہیں۔ کوئی راستباز ایسا نہیں گزرا جس کو دنیا کے طالبوں نے نہیں ستایا۔ اور قسم قسم کے دکھوں سے ان کو چور چور نہیں کیا۔ پس اگر وہ گالیاں دیتا ہے تو اسے گالیاں دینے دیا کرو۔ کیونکہ ہمارے دشمنوں کے پاس اور ہے کیا۔ ان کے پاس تو گالیاں ہی ہیں۔ وہ اگر اچھے ہوتے تو اچھی باتیں کرتے۔ چونکہ ان کے پاس گالیاں ہی ہیں۔ اس لئے وہ گالیاں ہی دیتے ہیں۔

ہمارے دوستوں

کو چاہئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ کو اختیار کریں۔ آپ نے صبر کا اعلےٰ نمونہ دکھایا ہے۔ ہمارے دوست بھی صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھائیں۔ اگر یہ بات پیدا ہو جائے تو جس طرح اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرامؓ کو فتح مند کیا تھا ایسے ہی اللہ تعالےٰ ہمارے دوستوں کو بھی فتح مند فرمائے گا۔

ایک دفعہ فرمایا

تم نے اللہ تعالےٰ کے راستبازوں کے حالات پڑھے اور سنے ہیں۔ وہ کیسے خیرخواہ اور کڑھنے والے تھے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔ اور تمام بنی نوع انسان کے ہمدرد بن جائیں۔ اور جو لوگ اس پیارے سے روگردان ہو رہے ہیں ان کو محبت سے پیار سے اس پیارے کے آستانہ پر جھکا دیں۔

فرمایا

ایسے پاک طریقوں سے ہدایت کی طرف لاؤ۔ کہ وہ تمہیں اپنا ہی خیرخواہ یقین کر لیں۔ اور اپنا پردہ پوش جان لیں۔

ایک دفعہ فرمایا

تمہارا خدا تم سے تمہارے نفس کی قربانی چاہتا ہے تاکہ تمہارے نفس پر موت وارد ہو جائے۔ میں تم کو سچ سچ کہتا ہوں کہ جن کے نفس موٹے ہیں وہ اس دروازے میں داخل ہی نہیں ہو سکتے جو اس بارگاہ کے ملنے کیلئے کھولا گیا ہے۔ اور یہ وہی دروازہ ہے جو آج سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولا تھا۔ اور میں تو اسی دروازہ کا پتہ دینے کے لئے آیا ہوں

فتنوں کے متعلق

ایک دفعہ فرمایا۔

میں تم کو سچ سچ کہتا ہوں کہ ابھی ہماری جماعت کے لئے بہت سے فتنے آئیں گے۔ اور اپنی شدت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوں گے۔ اور یہ فتنے باہر سے بھی آئیں گے اور اندر سے بھی اٹھ کھڑے ہو جائیں گے۔ پس مبارک ہوں گے وہ جو ان فتنوں میں پڑ کر سلامت روی اختیار کریں گے۔ اور اس کو سمجھ جائیں گے۔ جو پہلے سے خدا تعالےٰ نے میرے پر اپنی پاک وحی کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا۔

اور جو لوگ ان فتنوں میں پڑ کر خدا تعالےٰ سے روگردان ہوں گے۔ وہ میرے سے بھی روگردان ہوں گے۔ پس یہ مقام خوف ہے۔

ہماری جماعت کو مفسدہ پردازوں سے بچنا نہایت ضروری ہے

فرمایا میں نے تم کو بہت دفعہ نصیحتیں کی ہیں۔ اب پھر نصیحت کرتا ہوں۔ تم سب کان کھول کر سن لو۔

فتنوں سے وہی لوگ نجات دئیے جائیں گے۔

جو فتنہ بازوں سے پرہیز کریں گے اور اس کی گندی باتوں سے نفرت کریں گے۔ اور پھر اپنے آپ کو بچائیں گے اور اپنے ساتھیوں کو بھی بچائیں گے۔ اور فتنوں کے وقت فروتنی اختیار کریں گے۔ اور اپنے جوشوں کو دبائیں گے۔ اور صبر کا پورا نمونہ دکھائیں گے دشمن چاہیں گے کہ تم بے صبری کر کے ان سے الجھو اور تقوےٰ کی چادر اتار کر پھینک دو۔ اور ان کی طرح سے تم بھی پھکڑ باز بن جاؤ۔ اور ننگے ہو جاؤ۔

اے عزیزو تمہارے دشمن نہیں جانتے کہ تم راستباز ہو۔ وہ تم کو گمراہی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ پس تم ان کی گمراہی سے بچو۔

اب دیکھو

حضور نے کس طرح کھول کھول کر ان تمام فتنوں سے قبل از وقت جماعت کو آگاہ کر دیا تھا۔ پس یہ وہی فتنے ہیں جو بار بار آ کر حضرت امام کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

بدبخت ہیں وہ جو ان فتنوں کو

بھڑکاتے ہیں۔ اور بدبخت ہیں وہ جو ان فتنوں میں بہ رہے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو شہزادہ امن کے ساتھ ہیں۔ اور ان فتنوں سے دور ہیں۔

خلافت ثانیہ کے کارنامے

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب ایم آر اے ایس لنڈن کے قلم سے

ہمارے نوجوان دوست عزیز مکرم شیخ محمود احمد صاحب اپنے والد بزرگوار حضرت عرفانی کی طرح اشاعت حق کے واسطے ایک جوشیلی طبیعت رکھتے ہیں۔ اور صداقت کے پھیلانے کے واسطے انہیں دلچسپ نئی تجاویز سوجھتی رہتی ہیں۔ چنانچہ اب انہوں نے ارادہ کیا ہے کہ اخبار الحکم کا ایک خلافت نمبر شائع کریں۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے زمانہ خلافت کے عظیم الشان کارناموں کا ذکر ہو۔ اور انہوں نے خواہش کی ہے کہ میں بھی اس پر کچھ لکھوں بہ سبب علالت طبع میں اس قابل نہیں کہ سلسلہ کے ایسے کاموں میں کما حقہٗ حصہ لے سکوں۔ تاہم مضمون کی اہمیت اور دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے چند سطریں لکھنے کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کو خلافت ثانیہ پر متمکن ہوئے اب تئیس سال گذرتے ہیں۔ اور اس عرصہ میں تائید اسلام کے نمایاں کام دور اور نزدیک کے ملکوں میں ایسی عظمت سے قائم ہوئے ہیں کہ سلسلہ کے مخالف معاند بھی جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کی مداح ہو رہی ہے۔ اور سلسلہ کا نظام ایسے اعلیٰ پایہ پر اور ایسی خوش اسلوبی سے چلایا جا رہا ہے۔ کہ دانا گورنمنٹ برطانیہ کے بعض نادان کارکن اس کے رعب سے ناحق خوفزدہ ہو کر جھنجلانے لگ گئے ہیں۔ قادیان کی آبادی نے چند سالوں میں ایسی پر زور ترقی کی ہے۔ کہ اس وقت کم از کم ایک سو مکان ایسا تیار ہو چکا ہے۔ جن کے پایہ کا ایک مکان بھی ضلع بھر کی دوسری بستی میں نہ ہوگا۔ ہر ایک محلہ میں ایک نئی مسجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے بن گئی ہے۔ جن میں شب و روز خدائے واحد کی عبادت کے واسطے نمازی جمع ہوتے اور اللہ کی یاد میں اپنا وقت خرچ کرتے ہیں۔ جس محکمہ میں ۱۹۱۴ء میں ایک یا دو آدمی کام کرتے تھے۔ آج ان میں پندرہ بیس آدمی کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہی ترقی ہر محکمہ کے کام میں ہے۔ اور ہنوز اور کام کرنے والوں کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ایک تازہ مثال معجزانہ قوت خلافت کی جوان دلوں دیکھنے میں آئی اور مومنوں کے واسطے ازدیاد ایمان کا موجب ہو رہی ہے۔ وہ محلہ دار العلوم کے بورڈنگ کی ہے۔ جس میں ۱۹۱۴ء میں ساٹھ ستر لڑکے تھے۔ جو اکثر لوگوں کے قادیان میں مکان بن جانے کے سبب یا اور بعض اسباب سے رفتہ رفتہ کم ہوتے ہوتے بورڈنگ قریباً خالی ہو گیا۔ تو خلافت کی ایک آواز نے انہیں بھرپور کر دیا۔ اور اب اس میں ۱۵۰ کے قریب بورڈر ہے۔ گویا جس بورڈنگ کو ویران ہوئے بیس سال گذر رہے تھے۔ اسے خلافت کی قوت روحانی میں ایک دن میں پھر آباد کر دیا۔ میں جب بورڈنگ کے پاس سے گذرتا ہوں تو مجھے ایک مردہ کے زندہ ہو جانے کا نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ برکت خلافت ثانیہ کی ہے۔ غرض اس قسم کے بہت سے نشانات ہیں جو آب سورج کی طرح چمکتے ہوئے صداقت برکات خلافت کے حق میں پر زور شہادت دے رہے ہیں۔ اس خاص نمبر کے صفحات پر ان کرامات کے بہت سے نمونے دیگر نامہ نگار اصحاب مطالعہ کریں گے۔ مجھے ان کے بیان کرنے اور دہرانے کی ضرورت نہیں۔ میں تمام جگ بیتیوں کو چھوڑ کر صرف ایک

تن بیتی

کا ذکر کرتا ہوں۔ میں اپنی روحانی کمزوریوں۔ اور علمی بے مائیگی اور نحیف بدنی پر جب کبھی نگاہ کرتا تھا۔ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ آتا تھا۔ کہ کبھی میں بھی اس قابل سمجھا جاؤں گا کہ میں سمندر کا سفر کر سکوں۔ اور کسی دوسرے ملک میں جا کر کوئی دینی خدمت ادا کر سکوں۔ مگر حضرت اولوالعزم کے ایک فرمان نے مجھ ناتوان میں ایسی توانائی پیدا کر دی کہ میں جنگ عظیم کے خوفناک ایام میں جبکہ تمام سمندر جرمنوں کے جنگی آبدوزوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور کسی جہاز کو نشانہ سے خالی نہ چھوڑتے تھے۔ ایسے وقت میں میں صحیح سلامت انگلستان پہنچا۔ اور تین سال وہاں تبلیغ کرنے اور بہتوں کے داخل اسلام ہونے کے بعد وہاں سے امریکہ پہنچا۔ جہاں خدائے واحد کی عبادت کے واسطے دو مسجدیں قائم کیں۔ اور ایک ہزار کے قریب عیسائی میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور ایک سہ ماہی رسالہ انگریزی میں جاری ہوا میں اپنے اس کام کی کامیابی میں ہر وقت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی دعاؤں اور توجہ کو اپنے ساتھ پاتا تھا۔ اگر میں کبھی بیمار ہوتا۔ یا کسی تکلیف میں پڑتا تو میں حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کی خدمت میں درخواست دعا کے واسطے خط لکھتا۔ میں جانتا تھا کہ یہ خط ایک ماہ کے بعد قادیان پہنچے گا۔ مگر ساتھ ہی میرا ایمان اور یقین تھا۔ کہ خدا کے عالم الغیب کی طاقتیں اور قوتیں اور حکومتیں آئندہ اور ماضی سب پر یکساں حاوی ہیں۔ خدا جانتا ہے کہ جب یہ خط اس کے عبد کے پاس پہنچے گا۔ وہ اس کے لئے دعا کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ہونے والی دعا کی قبولیت کے سامان پہلے سے مہیا کر دے۔ اس کی صفات میں سے ایک صفت قدیم بھی ہے ھوالقدیم ہر چیز پر اس کو سبقت ہے۔ اور ہر امر سے وہ آگے ہے۔ اور میرا تجربہ ہے۔ کہ جب میں خط پوسٹ کر دیتا۔ اسی وقت سے مجھے صحت ہونے لگ جاتی۔ یا دیگر مقاصد پورے ہونے کے سامان بننے لگ جاتے۔

امریکہ مشن کی ابتدا

جب حضرت کا حکم مجھے لنڈن میں ملا کہ امریکہ چلے جاؤ۔ تو میں نے استخارہ کیا۔ استخارہ کے بعد میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں امریکہ میں ہوں ایک ہال میں میں نے صداقت اسلام پر لیکچر دیا۔ لیکچر کے بعد سامعین نے کچھ سوالات کئے۔ جن کے جواب دیئے گئے۔ اور اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ لیکن ایک نوجوان عورت بیٹھی رہ گئی۔ میں آگے بڑھا اور میں نے اسے کہا۔ کہ جلسہ تو ختم ہو گیا۔ آپ اب کس واسطے بیٹھی ہیں۔ اس نے کہا جو کچھ آپ نے دین اسلام کی خوبیوں میں بیان کیا ہے۔ اس سب سے مجھے پورا اتفاق ہے۔ اور میں آپ کے دین میں داخل ہونا چاہتی ہوں۔ میں نے اسے کلمہ پڑھایا۔ بیعت کی فارم پڑھ کر سنائی اور اس پر اس کے دستخط کرائے۔ اس طرح اسے مسلمان کر کے اس کا نام فاطمہ مصطفےٰ رکھا ہمارا طریق تھا۔ کہ ہر نو مسلم کو ایک اسلامی نام دیا کرتے تھے۔ بعض اس نام کو اپنے خاندانی نام کے ساتھ لگا لیتے تھے۔ مثلاً ایک صاحب مسٹر جان سمتھ ان کا خاندانی نام تھا۔ ہم نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا۔ تو اب وہ بجائے جان سمتھ کے عبداللہ سمتھ کہلانے لگا۔ مگر بعض مومن اپنے اخلاص میں ایسی ترقی کرتے تھے کہ وہ جان اور سمتھ

ہر دو الفاظ کو بالکل چھوڑ دیتے تھے۔ اور صرف اسلامی نام پسند کرتے تھے۔ اسی قسم کے ایک نو مسلم امریکہ میں مسٹر رسل تھے۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کا نام غلام رسول رکھا گیا وہ اس نام کے ایسے پابند تھے کہ اگر ان کا کوئی پُرانا دوست بہ سبب ناواقفی ان کا نام مسٹر رسل کر کے چٹھی لکھ دیتا تھا۔ تو وہ اس چٹھی کو لینے سے انکار کر دیتے تھے کہ یہ میرے نام کا خط نہیں۔

غرض میں نے اس لیڈی کا نام عالم خواب میں فاطمہ مصطفےٰ رکھا ہے۔ یہ ایسا نام ہے جو میں نے عالم بیداری میں کبھی کسی عورت کا دیکھا سنا نہ تھا۔ مگر خواب کا معاملہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس رویا سے مجھے یقین ہو گیا۔ کہ میرا امریکہ جانا۔ اور وہاں جا کر سب سے اوّل اسلامی مشن قائم کرنا اللہ تعالےٰ نے میرے لئے مقدر کر دیا ہے۔ اور وہاں کئی ایک سعید روحیں منتظر ہیں۔ کہ میرے ذریعہ سے دین اسلام کو قبول کریں۔ پس میں توکلاً علی اللہ چل پڑا۔ اور اگرچہ مجھے امریکہ میں داخل ہونے میں بہت سی مشکلات پیش آئیں۔ مگر حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کی توجہ اور دعا کے طفیل میں ان تمام تکالیف کو برداشت کرنے کے قابل ہوا۔ اور بالآخر ملک میں داخل ہونے اور دین اسلام کا پہلا مشن وہاں قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

ساحل امریکہ

جب ساحل امریکہ پر ہمارا جہاز پہنچا۔ تو وہاں کے محکمہ امی گریشن کے انسپکٹر جہاز پر آئے اور سب کے پاسپورٹ دیکھنے لگے۔ ایک انسپکٹر میرا پاسپورٹ دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ آپ کے داخلہ ملک کے متعلق میں اکیلا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ جب سب لوگوں کے پاسپورٹ وہ دیکھ چکے۔ تو چار انسپکٹر اکٹھے میرا پاسپورٹ معائنہ کرنے کے واسطے جمع ہوئے۔ اور میرے کام اور مشن کے متعلق حالات دریافت کرتے رہے۔ اور آخر انہوں نے مجھے فیصلہ سنایا۔ کہ آپ اسی جہاز پر واپس چلے جائیں۔ آپ کی واپسی کا خرچ ہمارے ذمہ ہے۔ میں نے کہا میں واپس نہیں جا سکتا۔ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح کا حکم ہے کہ میں اس ملک میں داخل ہو کر تبلیغ اسلام کروں۔ فاطمہ مصطفےٰ اور کئی ایک روحیں میرے انتظار میں ہیں۔ کہ میں انہیں اسلام کی طرف راہنمائی کروں۔ انہوں نے کہا ہم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ ہم نے آپ کو اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ اور آپ کو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ میں نے کہا اگر میں آپکا فیصلہ ماننے سے انکار کروں تو پھر کیا ہوگا۔ انہوں نے کہا پھر آپ پریذیڈنٹ ملک کے پاس اپیل کر سکتے ہیں۔ لیکن اپیل کے فیصلہ تک ہم آپ کو ایک مکان کے اندر بند کر دیں گے۔ جو یہاں سمندر کے کنارے بنا ہوا ہے۔ اور اپیل تحریری ہوگی۔ میں نے کہا مجھے بند ہونا منظور ہے مگر واپس جانا منظور نہیں

اس پر انہوں نے مجھے ایک مکان میں بند کر دیا مگر میں وہاں اکیلا نہ تھا۔ اور بھی کچھ ایسے لوگ تھے جن کے پاسپورٹوں میں کچھ نقص تھا۔ یا ان کے پاس کوئی پاسپورٹ ہی نہ تھا۔ ان سے سلسلہ گفتگو جاری رہا۔ اور چھ ہفتہ کے عرصہ میں کہ میں وہاں رہا۔ پندرہ آدمی مسلمان ہوئے۔ چھ ہفتہ کے بعد واشنگٹن سے تار آیا۔ کہ مجھے ملک میں داخل ہونے اور اپنا کام اسلامی مشن کا کرنے کی اجازت ہے تب میں نے

نیویارک

شہر میں جا کر ایک مکان کرایہ پر لیا۔ اور ایک ہال میں اسلام کی خوبیوں پر لیکچر دینے کے واسطے اعلان کیا۔ بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ لیکچر ہوا۔ اس کے بعد سوالات ہوئے۔ جواب دئے گئے۔ جلسہ ختم ہوا۔ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ مگر ایک نوجوان لیڈی بیٹھی رہی (اسوقت میں اپنے خواب کو بھول چکا تھا) میں آگے بڑھا۔ اس سے وہی سوال کیا جو میں نے خواب میں کیا تھا۔ اور اس نے وہی جواب دیا۔ اس کے جواب پر مجھے اپنا خواب یاد آیا۔ تب میں نے کہا۔ ہاں میں آپ کو پہلے سے جانتا ہوں اور اپنی نوٹ بک میں سے اس کو اپنا خواب دکھایا۔ جو اس کے واسطے ازدیاد ایمان کا باعث ہوا۔ اور اسے مسلمان کیا۔ اور اس کا وہی نام خواب والا رکھا۔ یعنی فاطمہ مصطفےٰ۔

یہ حضرت اولوالعزم کے حکم اور توجہ کا نتیجہ تھا۔ کہ میں اسقدر تکالیف اور مصائب کو برداشت کر سکا۔ اور پھر جس مقصد کے واسطے میں بھیجا گیا تھا۔ اس میں کامیابی حاصل ہوئی۔

ثابت رہنے والے دانے

جب حضور نے مجھے پہلی دفعہ ولایت جانے کا حکم دیا۔ تو وہ جنگ عظیم کے دن تھے۔ اور جنگ پورے زوروں پر تھا۔ اور اسوقت تک جرمن کا ایک طرح سے غلبہ تھا۔ اور اسواسطے انگریزوں کے جہازوں کے واسطے سمندری سفر بہت خوفناک تھا۔ بعض خیر خواہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں حضرت کے حضور معذرت کروں مگر میں نے کہا میں تو ایسا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کوئی حکم کریں۔ اور میں اس پر عذر کروں۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ میں راستہ میں مارا جاؤں یا قید ہو جاؤں۔ اگر قید ہو گیا تو قید کرنے والوں کو تبلیغ کروں گا۔ اگر مارا گیا تو میں زندگی کا چنداں خواہشمند نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے راہ میں مرنا بھی بڑی کامیابی ہے۔

ایک خیر خواہ عورت نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ایسے خوفناک دنوں میں جب کہ جنگ کے سبب سے موتا موتی لگی ہوئی ہے اور لوگ اس کثرت سے مر رہے ہیں۔ جیسا کہ چکی میں دانے پیسے جاتے ہیں۔ آپ مفتی صاحب کو کیوں اس سفر پر بھیجتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ چکی میں پسنے والوں دانوں میں سے بھی کچھ ثابت رہ جاتے ہیں۔ مفتی صاحب انشاءاللہ اُن ثابت رہ جانے والوں میں سے ہوں گے۔"

سو ایسا ہی ہوا۔ ہمارے آگے کئی جہاز ڈوبے گئے۔ اور ہمارے پیچھے کئی جہاز ڈبوئے گئے مگر ہمارا جہاز درمیان میں سلامت رہا۔ جب ہم میڈیٹرینین سی میں داخل ہوئے تو جہاز کے کپتان اور تمام کام کرنے والے ڈرتے تھے کہ معلوم نہیں ہمارے جہاز کا کیا حال ہو۔ تب میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ گویا خدا تعالےٰ خود اس جہاز کو چلا رہا ہے۔ اور ایک فرشتہ نے مجھے انگریزی میں کہا

"Sadiq, Rest assured, this steamer will arrive safe."

صادق یقین رکھو یہ جہاز سلامت پہنچے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ گویا میری خاطر اللہ تعالےٰ نے سارے جہاز کو بچا لیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کا فرمان پورا ہوا۔ کہ جہاں سب دانے چکی میں پس رہے تھے وہاں میں اور میرے ساتھ سوار ہونے والے خدا کے فضل سے بچ نکلے۔ اور میں صحیح سلامت لنڈن پہنچ کر تبلیغ کے کام میں مصروف ہو گیا۔ اور وہاں سب سے اوّل جو صاحب میرے ہاتھ پر داخل دین اسلام ہوئے۔ ان کا نام بھی مسٹر سپیرو تھا سپیرو انگریزی میں چڑیا کو کہتے ہیں۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام سفید چڑیا پکڑنے کا پورا ہونے لگ گیا۔ اس نو مسلم کی تصویر عاجز کی کتاب "ذکر حبیب" کے صفحہ ۱۸۱ پر درج ہے۔

خلافت اولےٰ اور اس کا سب سے بڑا کام

میں نے حضرت نبی اللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو خلیفوں کو دیکھا ہے۔ میرے خیال میں خلافتِ اوّل نے جو بڑا سبق ہم کو دیا وہ یہ

تھا۔ کہ اس سلسلہ میں خلافت کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ سلسلہ خلفا کا اللہ تعالےٰ نے قائم کیا ہے۔ اگر سلسلہ احمدیہ میں خلافت کا قیام منشائے الٰہی کے ماتحت نہ ہوتا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر ہی کوئی خلافت قائم نہ ہوتی۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا منشا ریہ تھا۔ کہ اس جماعت میں خلافت قائم ہو۔ اس واسطے وہ لوگ جو بعد میں نفسِ خلافت کے ہی منکر ہونے والے تھے۔ خدا تعالےٰ نے خود ان کو ہی وصال مسیح موعود کے وقت آگے بڑھایا۔ اور انہوں نے سب سے اوّل اقرار اطاعت کے ساتھ حضرت نور الدینؓ کی خدمت میں عاجزانہ تحریری عرض پیش کی۔ کہ آپ خلافت قبول کریں۔ ہم آپ کی ایسی ہی اطاعت کریں گے جیسے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت کرتے تھے۔ یہ تحریر ان کے دستخطوں کے ساتھ اخبار بدر میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کا ارادہ یہ تھا۔ کہ اس سلسلہ میں خلافت قائم ہو۔ اس واسطے خلافت اول کے وقت مطلقاً کوئی اختلاف نہ ہوا۔ سب نے بالاتفاق خلافت کو مان لیا۔ اور سب نے بیعت کی۔ اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی۔ پس پہلی خلافت کا بڑا سبق یہ تھا۔ کہ سلسلہ حقہ میں خلافت کا قیام ضروری اور لابدی ہے۔

لیکن خلافت اول کے دوران میں بعض نادانوں نے یہ خیال کیا کہ خلافت ہمارے مان لینے کے سبب قائم ہوئی ہے۔ اگر ہم نہ مانتے تو کوئی خلیفہ نہ بن سکتا۔ اس واسطے ان لوگوں کے انکار اور مخالفت کے باوجود خلافت ثانیہ کو قائم کر کے اللہ تعالےٰ نے یہ تبلا دیا۔ اور ظاہر کر دیا۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ انسانوں کے بنانے سے کوئی خلیفہ نہیں بن سکتا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قیام کے بعد دو سال کے اندر اندر اس قسم کے خیال بعض لوگوں نے ظاہر کئے تھے۔ تب ان وساوس کو دور کرنے والے واسطے وہ اپنے اکثر وعظوں میں یہ کہا کرتے تھے۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا۔ اور میرے بعد خدا ہی خلیفہ بنائے گا۔ پس خلافت ثانیہ سے جو سبق حاصل ہوئے ان میں سے سب سے پہلا سبق یہی تھا۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے نہ کہ انسان۔

اس میں شک نہیں کہ خلیفہ بظاہر لوگوں کے انتخاب سے بنایا جاتا ہے۔ لیکن یہ ایک روحانی راز ہے کہ اللہ تعالےٰ ۔۔۔۔ جس کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔ لوگوں کے دل اس کی طرف پھیر دیتا ہے اور اس کی عظمت اور محبت اور رعب لوگوں کے دل میں بٹھا دیتا ہے۔ اور کسی کی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ اس کو خلافت سے الگ کر دے۔ اور اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے اور شکست پاتا ہے۔

قیام خلافت اور الٰہی منشاء

حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی میں ہی بعض لوگوں نے یہ وسوسہ پیش کیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعد کسی خلیفہ کے تقرر کا کوئی حکم نہیں دیا۔ بلکہ صدر انجمن کو ہی اپنا جانشین قرار دیا۔ اس کے جواب بہت سے لکھے جا چکے ہیں۔ اور حضرت صاحب کی اپنی تحریروں سے ثابت ہے کہ حضور کے بعد آپ کے خلفاء کا سلسلہ ہوگا۔ جیسا کہ دمشق والی روائت کی تشریح کرتے ہوئے حضور نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ میرا کوئی خلیفہ دمشق جائے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کے دمشق جانے سے یہ بات پوری بھی ہو گئی۔ لیکن اگر بالفرض حضرت مسیح موعودؑ کا یہی منشاء تھا۔ تب بھی یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ سلسلہ دراصل اللہ کا ہے نہ کہ کسی انسان کا۔ اور اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ اُس کو کس طرح سے چلائے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر سلسلہ خلافت کو قائم کر دیا۔ اور وہ آجتک بڑی ہی کامیابی سے چل رہا ہے۔ اس کے متعلق مجھے ایک مباحثہ یاد آتا ہے۔ جو ایک شیعہ اور سنی عالم کے درمیان ہوا تھا۔ اور جو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے جب ہم طالب علم تھے۔ اور (غالباً) لکھنؤ میں علم حاصل کرتے تھے۔ تو ہمارے استاد حکیم صاحب جو سنی تھے۔ ان کے ایک دوست شیعہ مجتہد تھے۔ وہ مجتہد صاحب ایک دفعہ ایک حدیث کا حوالہ نکال کر جس سے ان کا خیال تھا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلافصل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسپر شیعہ مجتہد اور حکیم صاحب میں مفصلہ ذیل گفتگو ہوئی۔

مجتہد صاحب ۔ بہ بنید جناب حکیم صاحب۔ آیا ازیں حدیث ہمیں ثابت نمی شود کہ منشائے جناب رسالت ہمیں بود کہ علی خلیفہ بلافصل شود

حکیم صاحب ۔ بلے قبلہ مجتہد صاحب ازیں حدیث ہمیں ثابت می شود۔ کہ منشائے جناب رسالت پناہی بود کہ علی خلیفہ بلافصل شود ولکن ما حکیتم کہ منشائے جناب الٰہی نہ بود۔ یعنی اسلام تو خدا کا دین ہے اور خدا ہی اس کو چلانے والا ہے۔ اگر بالفرض کسی امر میں منشائے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ اور بھی تھا۔ تو جب تک اللہ تعالےٰ کا منشاء ویسا نہ ہوتا۔ وہ بات کیونکر وقوع میں آسکتی تھی۔ ایسا ہی اگر بالفرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ منشا نہ تھا۔ کہ آپ کے بعد سلسلہ خلافت ہو۔ تو اب جبکہ منشائے الٰہی نے اس خلافت کو قائم کر دیا۔ تو کس کی طاقت ہے کہ اس کو توڑ سکے۔

ایک سوال کا جواب

مولوی محمد علی صاحب کہا کرتے تھے۔ کہ خلافت کوئی چلنے والی بات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد چار ہی خلافتیں چل کر کیوں بس ہو گئیں۔ جب دو چار خلافتوں سے زیادہ یہ طریق چل ہی نہیں سکتا۔ تو ابھی سے اس کو کیوں بند نہ کر دیا جائے۔

اس کا جواب حضرت مولانا حافظ روشن علی صاحب مرحوم و مغفور نے ایک دفعہ لاہور میں مولوی محمد علی صاحب کو یہ دیا تھا۔ کہ مولوی صاحب یہ زندگی آپ کی کب تک چلے گی۔ چند سالوں کی بات ہے پھر تو آپ نے مرنا ہی ہے تو ابھی سے ہی کیوں مر نہیں جاتے۔ غرض جب تک اللہ تعالےٰ کسی سلسلہ کو چلائے۔ اس کے بند کرنے کے درپے ہونا نادانی ہے۔ اور گناہ ہے۔

مگر میں کہتا ہوں کہ یہ مولوی محمد علی صاحب کا وسوسہ غلط اور ناجائز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کا سلسلہ انشاء اللہ علی رغم انف محمد علی تا قیامت چلے گا۔ اور اس کے ذریعہ سے اسلام کا شیرازہ بندھا رہے گا اور مومنوں کی تنظیم قائم رہے گی۔

ابن رسول کی فتح

ایسا ہی مولوی محمد علی صاحب کہا کرتے تھے۔ کہ یزید کی بھی تو فتح ہو گئی تھی۔ اس واسطے فتح کوئی صداقت کا نشان نہیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہمیشہ یزید کی فتح نہیں ہو سکتی۔ اب ابن رسول کی فتح کا وقت ہے۔ مسیح ناصری دشمنوں کے ہاتھوں صلیب پر چڑھایا گیا۔ مگر حضرت احمدؑ باوجود اس کا مثیل ہونے کے دشمنوں کے ہاتھ سے مارے نہ گئے۔ بلکہ اُن کے دشمن ہلاک ہوتے رہے۔ ایسا ہی اب وقت ہے کہ جو ابن رسول کے مقابلہ میں کھڑا ہو۔ وہ شکست کھائے اور ذلیل ہو۔ مگر ابن رسول کی اللہ تعالےٰ تائید کرے گا۔ اور دن بدن وہ ترقی پائے گا۔ اور اس کا اقبال اور رعب زیادہ ہوگا۔ چنانچہ گذشتہ ۲۴ سال کی تاریخ

اس امر کی گواہ ہے۔ مولوی صاحب اور ان کے ہم جلیسوں نے بہتیرے زور لگائے۔ مگر وہ سب خائب و خاسر ہوئے۔ اور آئندہ بھی ہر مخالف و مکذب کا وہی حال ہوگا۔ جو گزشتہ مخالفین کا ہوا۔

حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کی دعا کا معجزہ

میں امریکہ میں تھا۔ ایک دفعہ یہاں ہندوستان میں ایسی قحط سالی ہوئی۔ اور چندوں کی وصولی میں ایسی کمی واقع ہوئی۔ کہ متواتر چھ ماہ تک نہ یہاں تنخواہیں تقسیم ہوسکیں۔ اور نہ ہمیں کوئی روپیہ بھیجا گیا۔ سفر کا معاملہ۔ تبلیغ کا کام اور وہ بھی غیر ملک میں۔ مگر اللہ تعالے نے میری ایسی دستگیری فرمائی کہ کام جاری رہا۔ اور تبلیغ میں کچھ فرق نہ آیا۔ بلکہ انہی ایام میں میں نے رسالہ مسلم سن رائز جاری کیا جس کے مضامین کے یوروپ اور امریکہ اور مصر اور شام اور ٹرکی کے اخبارات اپنے کالموں میں نقل کرتے اور ترجمہ کرکے شائع کرتے تھے۔ یہ حضرت خلیفہ ثانی کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ کہ باوجود ایسی تنگی کے اس قدر عظیم الشان کام جاری رہا۔ اور اس میں کچھ کمی واقع نہ ہوئی۔

امریکہ کے نومسلموں کو پہلا پیغام

جب ۱۹۲۰ء میں میں نے پہلے پہل امریکہ میں اشاعتِ اسلام کا کام شروع کیا۔ اور مختلف شہروں میں جو نومسلم تھوڑے عرصہ میں ہوئے تھے۔ ان کے مرکز قائم کر دیئے۔ اور نومسلم خود آگے تبلیغ کا کام کرنے لگے۔ تب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے ان ابتدائی کام کرنے والوں کے نام مفصلہ ذیل پیغام بھیجا۔

"امریکہ کی نوآبادی کی بنیاد رکھنے والے اب تک عزت اور تکریم سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کا کام دنیوی تھا۔ مگر اب میرے پیارے بھائیو اور بہنوں خدا تعالے نے تمہیں مغربی دنیا میں ایک روحانی نوآبادی قائم کرنے کے واسطے سابقین اوّلین میں شامل کر دیا۔ اگر تم اپنا کام ویسی ہی محبت ۔ جوش ۔ صداقت اور وفاشعاری سے کرو گے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے کیا تھا۔ تو تمہاری عزت و اکرام اور نیک نامی ان سے بڑھ کر ہوگی۔ کیونکہ تمہارا بدلہ نہ صرف اس دنیا میں ہوگا بلکہ آخرت میں بھی ہوگا۔ اور اس اللہ کی پاک رضامندی تمہیں حاصل ہوگی جس کی عظمت اور حسن کا اس عالم میں کسی چیز کے ساتھ اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک نظم انگریزی نظم میں

میں امریکہ میں ہی تھا۔ جب کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی نظم خطاب بہ نوجوانان قوم مجھے پہنچی جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے۔
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو

جب میں نے یہ نظم انگریزی میں ترجمہ کرکے اپنے نومسلموں کو سنائی۔ تو ایک لیڈی جس کا پہلا نام مسز نگار بر تھا۔ اور اس کا اسلامی نام میری زبان پر ایک شب راحت اللہ جاری ہوا تھا۔ اس نے اس کو انگریزی میں نظم کیا۔ جسے رسالہ مسلم سن رائز بابت ماہ جولائی ۱۹۲۱ء میں شائع کیا گیا۔ اس نظم کا تبلیغی اثر اہل امریکہ پر بہت اچھا ہوا۔

ڈگریاں

۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے جبکہ میں بی۔ اے کے امتحان میں فیل ہوگیا۔ اس وقت میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں سیکنڈ ماسٹر تھا۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اجازت چاہی کہ بی۔ اے کے امتحان کے واسطے پھر تیاری کروں حضور نے فرمایا "اب آپ قادیان آگئے ہیں۔ سرکاری ملازمت تو آپ نے کرنی نہیں۔ تو امتحان کے جھگڑوں میں پڑنے کا کیا فائدہ۔ اب آپ اس خیال کو چھوڑ دیں۔ اور یہ ڈگریاں خود بخود آجائیں گی۔ حضرت کا حکم تھا۔ میں نے اس خیال کو ترک کر دیا کہ امتحان دوں۔ مگر اس بات کی سمجھ مجھے امریکہ جاکر آئی۔ کہ حضور نے جو فرمایا تھا۔ ڈگریاں خود بخود آجائیں گی۔ وہ کس طرح پوری ہوئی۔ سب اوّل جیفرسن یونیورسٹی نے مجھے ڈاکٹر آف لٹریچر کی انگریزی ڈگری دی۔ اس کے بعد کئی اور یونیورسٹیوں سے ڈگریاں حاصل ہوئیں۔

اور یہ سب کچھ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کی دعاؤں اور توجہ کا نتیجہ تھا۔ ورنہ مجھ میں کہاں یہ طاقت تھی۔ کہ میں امریکہ جاؤں۔ اور لیکچر دوں۔ اور مضامین لکھوں اور ڈگریاں حاصل کروں۔ اللہ تعالے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کو صحت عافیت۔ ترقی درجات۔ اور فتح یابیوں اور کامیابیوں کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے یہ میرا روزانہ وظیفہ دعا ہے۔ واللہ ہو السمیع العلیم۔ وہو الغفور الرحیم

خلافت ثانیہ میں مساجد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جب کبھی کچھ دوست باہر کے شہروں سے آتے تھے تو عموماً دو باتیں حضور ان سے پوچھا کرتے ہیں۔ (۱) کیا آپ کے شہر میں کوئی اپنی مسجد ہے (۲) کیا آپ کے شہر میں ہماری کچھ مخالفت لوگ کرتے ہیں۔ اور دوم کے متعلق فرمایا کرتے تھے جہاں مخالفت نہیں ہوتی وہاں ترقی بھی نہیں ہوتی۔ اور امر اول کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے ضرور ایک مسجد بنانی چاہئے۔ خواہ چھوٹی ہی ہو۔

حضرت خلیفہ ثانی کے عہد میں بہت سی مساجد احمدیوں نے مختلف شہروں اور ملکوں میں بنائیں جن میں ایک لنڈن شہر کی پہلی مسجد ہے۔ اور دوسری امریکہ میں۔ شہر شکاگو میں مسجد
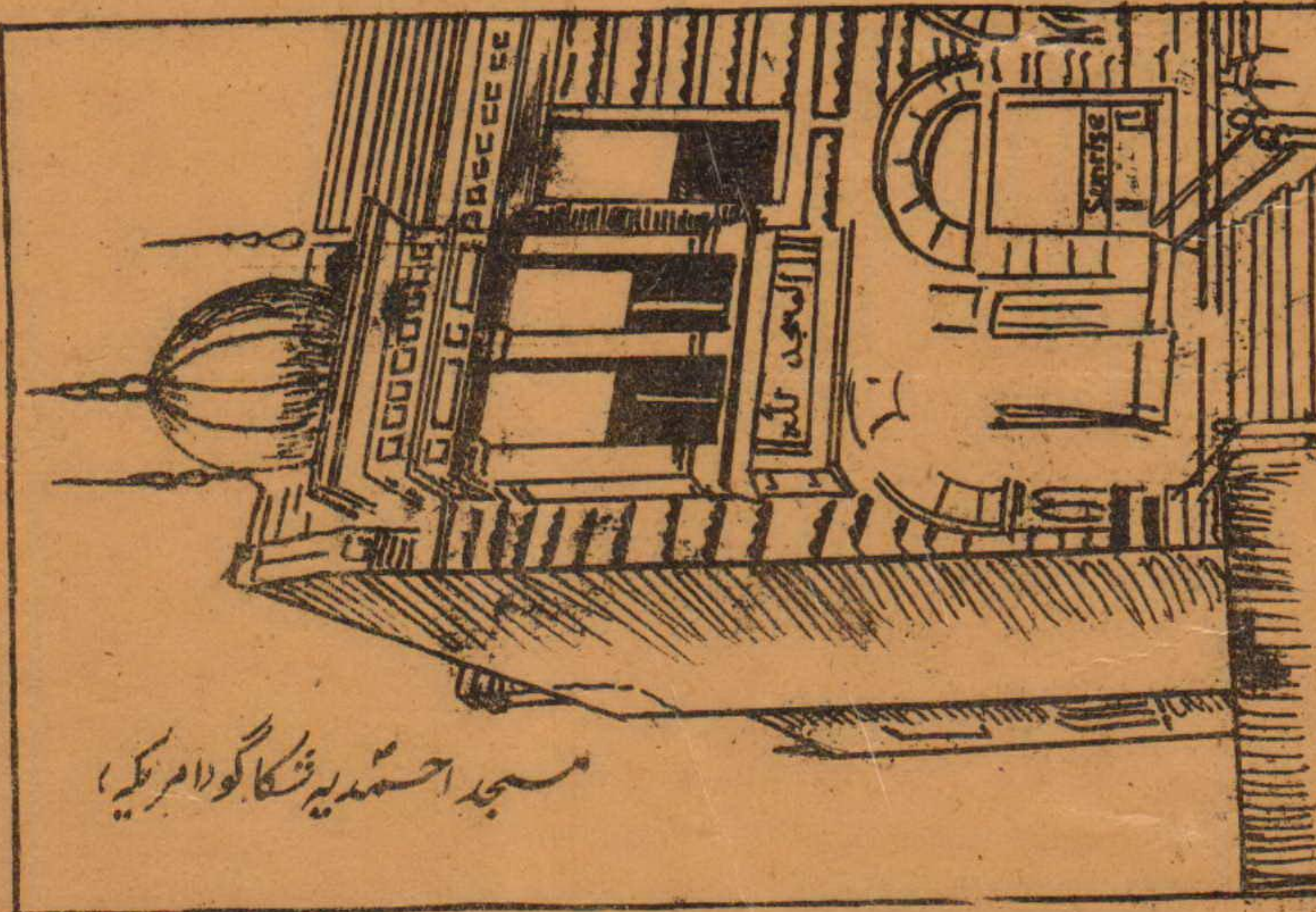
مسجد احمدیہ شکاگو (امریکہ)

انتقامِ محمود

از جناب سید محمود اللہ شاہ صاحب بی اے۔ نیروبی کینیا کالونی

موسم گرما کی ابتدا تھی۔ گو ابھی میں بہت بچہ تھا۔ مگر حسیات غیر معمولی طور پر تیز تھیں۔ میں گرد و پیش کے تاثرات اور تغیرات سے بہت متاثر ہوا کرتا تھا۔ میری والدہ رحمت اللہ علیہا چند روز سے نہایت پریشان اور مضطرب تھیں۔ رات کو آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کے بار بار دیکھتیں اور بے قرار ہو کر کہتیں "میرے اللہ رحم کر"۔ "ستارے مرجھائے ہوئے ہیں" "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ہونے والا ہے"..... میں سہم جاتا۔ خوف زدہ ہو جاتا۔ دن بھر میں اس مبہم اور غیر معین "کچھ ہونے والا ہے" کے فکر میں غلطاں رہتا۔

میری والدہ (ان پر اللہ کی ان گنت برکات ہوں) سچ کہتی تھیں۔ ان کی گھبراہٹ بجا تھی۔ درست تھی۔ ان کی روح ہونے والے سانحہ سے آگاہ تھی خود خالق الافلاک بھی شامل تھا۔ ہائے وہ ساعت آپہنچی جبکہ رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ناموس علیہ الصلوٰۃ کو یعنے احمد علیہ السلام کو اپنے پاس بلانے کو تھا۔

موسم بہار رخصت ہوا۔ رخصت کیا ہوا ...... دنیا جہان کی مسرتیں، نصرتیں، کامرانیاں۔ ظفریابیاں اپنے ساتھ لیتا گیا۔ پنجاب کے دارالحکومت میں حضرت احمدیت کا محبوب چند روز کے لئے تشریف لے گیا۔ اس کی زندگی کے آخری لمحے آپہونچے۔ اس کی آنکھیں جو ایک عالم کے ساتھ مسیحائی کر رہی تھیں مُند گئیں۔ اس کے سانس جو عدوان جہان کو خاکستر بنا بنا کر اس زمین کو پاک اور مطہر کیا کرتے تھے۔ رُک گئے۔ آہ! صد آہ!!۔ یہ سب کچھ اس کی اپنی خواہش سے ہوا۔ وہ اس غریب الوطنی کی زندگی سے اکتا گیا تھا۔ وہ ایک ماہئیِ بے آب سے کروڑوں گنے زیادہ بے قرار تھا۔ اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس جانے کو وہ تلملا رہا تھا۔ تڑپ رہا تھا۔ اس کی گود کے لئے۔

یہ "صاحب منزلت تفرید" اپنے آقا کی گود میں چلا گیا۔ لاکھوں پس ماندگان۔ یتیم بچوں کی حالت زار کا خاکہ کھینچنا میرے امکان سے باہر ہے۔ بڑے بوڑھے جو ضبط اور تحمل کی تصویر بنے رہتے تھے دھاڑیں مار مار کر روتے۔ ایک جو سب میں بڑا تھا عمر میں مرتبت کے لحاظ سے۔ فضیلت و بزرگی کے اعتبار سے۔ اور جو صاحب "وجیہ فی حضرتی" کا جانشین بننے والا تھا کہتے ہیں کہ اٹھا۔ تا صبر و سکون کی تلقین کرے۔ مگر اٹھتے ہی اس نے کیا تو یہ کیا کہ خود چیخ چیخ کر رونے لگ گیا۔ یہ تھی صبر و سکون کی نصیحت۔ بس پھر کیا تھا۔ کہرام ہی تو مچ گیا۔

یہ وقت کتنا ہی نازک ہے۔ یہ سانحہ الم کتنا جاں گسل ہے۔ پتھر سے پتھر دل بھی ایسے وقت میں موم ہو جاتا ہے۔ بدترین دشمن بھی تعصب و عناد کو بھول جاتا ہے۔ تمام رنجشیں اور کاوشیں فراموش ہو جاتی ہیں۔ مگر یہ واقعہ ہائلہ تو بالکل ایک نرالی نوعیت کا تھا۔ رخصت ہونے والا رحمت للعالمین تھا۔ یہ درحقیقت کسی خاص قوم یا ملک کی طرف منسوب نہیں تھا۔ یہ سب کا تھا۔ اور سب کا یکساں۔ وداع ہونے والے کے لئے عشاق کی اشک باری بے تعلق اور اجنبی لوگوں کو بھی ہزار ہزار آنسو رلاتی تھی۔

تخلیق فطرت تو سب کی اچھی ہے۔ مگر اس فطرت سے کام لینے والے۔ اس کو استعمال کرنے والے یکساں نہیں۔ چند سنگدل۔ درندہ صفت۔ مغضوب علیہم کی سند یافتہ شور و غوغا کرتے آپہنچے۔ نہ انہیں انسانیت کی لاج ہے۔ نہ انہیں شرم و حیا۔ انہوں نے ایسی ایسی بیہودہ حرکتیں کیں۔ اور ایسے ایسے حیا سوز آوازے کسے۔ سوانگ بھرے کہ غیر اور اجنبی (یعنی غیر مذاہب والے) بھی مارے خجالت کے پسینہ پسینہ ہو رہے اندر کمرہ میں اس ناموس الٰہی کی مقدس و معطر لاش ہے۔ اور باہر اس قسم کا ننگ آدمیت مظاہرہ ہو رہا ہے۔ لاکھ ضبط کیجئے۔ مگر کسے یارائے تحمل ہے۔

اس بقعۂ نور کے قریب اس کا "لخت جگر"۔ اس کے حُسن و احسان کا نظیر" "نشان رحمت و قدرت و قربت" کھڑا ہے۔ اس کی عمر بھی کوئی اٹھارہ ایک برس کی ہے۔ اس کے غم کا اندازہ وہی کچھ کر سکتا ہے جو اس کی شان کو اور اس داغِ مفارقت دینے والے کی عظمت کا حقہ سمجھے۔ مگر ان ہر دو کی رفعتِ شان کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اول الذکر اگر "مظہر الحق والعلاء۔ کأنّ اللہ نزل من السماءِ" تو ثانی الذکر" انت منی بمنزلۃ ولدی و توحیدی و تفریدی۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق" کے خطابات عُلیا سے مشرف تھا ...... اس لئے اس "صاحب عزم" کا قلق و اندوہ بھی تصور انسانی سے بہت ہی بالا اور عمیق ہے۔

"کلابِ متعددہ" اسی طرح شور مچاتے جاتے ہیں۔ دیکھنے والوں کے لئے درس عبرت ہے مسیح پاک علیہ وعلیٰ مطاعہ الف الف صلوٰۃ۔ نے سچ فرمایا تھا "کہ ایک شخص جو اس دنیا میں موجود ہے۔ جب تک وہ تزکیہ نفس کر کے اپنے سلوک تمام نہ کرے۔ اور پاک ریاضتوں سے گندے جذبات اپنے دل سے نکال نہ دیوے۔ تب تک وہ کسی نہ کسی حیوان یا کیڑے مکوڑے سے مشابہ ہوتا ہے یا گدھے سے یا کتے سے یا کسی اور جانور سے۔ اور اسی طرح نفس پرست انسان اس زندگی میں ایک جون بدلکر دوسری جون میں آتا رہتا ہے ...... اسی طرح زندگی میں ہزاروں موتیں اس پر آتی ہیں۔ اور ہزارہا جونیں اختیار کرتا ہے۔ اور اخیر پر اگر سعادت مند ہے۔ تو حقیقی طور پر انسان کی جون اس کو ملتی ہے"۔ تو یہ کتے بھونک بھونک کر اپنی بدبو سے فضا کو متعفن کر رہے ہیں "غرست کرامتک بیدی" کی نونہال شاخ اولو العزم محمود بھی نعش انور کے قریب کھڑا یہ نظارہ دیکھ رہا ہے۔ اس وقت اس نے کیا کیا۔ اس نے وہ کیا جو لاکھوں کروڑوں میں سے ایک بھی نہیں کرتا۔ اس نے اپنے مقدس باپ کے جسم اطہر کو مخاطب کر کے کچھ اس قسم کا وعدہ کیا۔ اے مسجودِ ملائک! میں نہیں دم لونگا جب تک تیرے کام کو تکمیل تک نہ پہنچا لوں۔ میں ان سب درندوں کو جب تک "انسان کی جون میں نہ بدل لوں چین نہیں کروں گا۔ بے شک میرا جسم نحیف و لاغر ہے۔ مگر میری روح میں تیری آگ افروختہ ہے۔ یہ ہے انتقام جو میں لوں گا اس بے حرمتی کا جو اس وقت معطر و مطہر نعش کے سامنے تیری کی جا رہی ہے۔ اگر میرا ساتھ کسی نے نہ دیا۔ تو میں اکیلا ہی تیری مشعل سے دنیا کا کونہ کونہ روشن کروں گا"۔

یہ وقت گذر گیا۔ نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ مشتاقان جمالِ احمدؑ کو اس کے دم قدم سے ایک گونہ تشفی ملتی رہی اس کا قلب پُر از نور یقین تھا۔ اس نے اپنے آقا کی جماعت کی تربیت احسن طور پر کی۔ خود مصحفِ پاک کا عاشق تھا۔ یہی عشق اور یہی سوز اس نے ان کے سینوں میں پیدا کیا ...... پر اس زندگی کو بقا نہیں۔ ابھی چھ برس نہیں گذرے تھے۔ کہ یہ نورِ مجسم اپنے ......

محبوب حقیقی سے جا ملا۔ اس پر میرے اللہ کی بیشمار رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

حضرت نورالدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا آنکھیں بند کرنا ہی تھا۔ کہ جسدِ احمدیت پر لرزہ طاری ہؤا۔ کچھ امراض جو پنہاں تھے اب موسم کی تبدیلی سے رونما ہوئے۔ اُن کے شدت غلبہ نے ایک خوفناک شکل اختیار کر لی۔ بڑے بڑے مضبوط قوی اور شجاع ہراساں اور ترساں تھے ...... الٰہی تیرا شکر کس طرح ادا کروں۔ تو بڑا ہی رحیم و کریم ہے۔ تو نے محض اپنے فضل سے حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کو نباض اور طبیب منتخب فرمایا۔ اُس نے اس جسد کی فصد کھولی۔ گندے مواد کے اخراج سے قدرتاً وجود احمدیت کچھ ضعیف اور کمزور سا ہو گیا۔ مگر اس طبیب روحانی نے غذاؤں اور مقوی ادویہ سے اس کو گویا از سرِ نو زندہ کر دیا۔

وہ عہد جو اس "کلمۂ تمجید" نے اس "صاحب شکوہ اور عظمت" نے کیا تھا۔ وہ اسے یاد تھا۔ اور سچ تو یوں ہے کہ ہر آن اس کے پیش نظر تھا۔ اس کے دل و دماغ پر مستولی تھا اندرونی اصلاح کے بعد اس نے اس طرف توجہ کی اس نے اس عہد کو اچھی طرح نباہا۔ اس کے علاج سے بہت سے "حیوان کیڑے مکوڑے۔ گدھے کتے" انسان سے با اخلاق انسان۔ اور پھر باخدا انسان بنے۔ بعض درندے اور خنزیر اس "آسمان سے اترنے والے" کے ذریعہ قتل و ہلاک ہوئے۔ تا "زمین والوں کی راہ سیدھی ہو" اس "فرزند دلبند گرامی ارجمند" سے قومیں برکت پر برکت پا رہی ہیں۔ اسیر رستگاری پا رہے ہیں۔ بے شک میرے اللہ تو سچا۔ تیرے وعدے سچے۔ تیرے فرمان حرف بہ حرف پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

میری دعا ہے کہ "فتح و ظفر کی کلید" اپنی آب و تاب میں بڑھتی چلی جائے۔ اور اس کا انتقام نہ ختم ہو اور نہ ختم ہو۔ میں دنیا سے اُٹھ جاؤں۔ میری ہڈیاں خاک ہو جائیں۔ پر اس کے حسن اور اس کی شان میں فرق نہ آئے۔۔ یہ "غلام زکی" بڑھتا چلا جائے۔ اور جلد جلد بڑھتا چلا جائے۔ نقطۂ کمال کی تو حد نہیں۔ انتہا نہیں جس طرح تیری حد اور انتہا نہیں .... اے خدا! تو یوں ہی کر!!

ایک فیصلہ کن حوالہ!

مولوی محمد علی صاحب کو ایک سَو روپیہ انعام دینے کا وعدہ اگر وہ مندرجہ ذیل استدلال غلط ثابت کر دیں

از جناب مولینا جلال الدین صاحب شمس مبلغ لنڈن

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پھر اولیائے امت نے بھی پیشگوئی کی ہے۔ لیکن میں اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر پیش کرتا ہوں۔ جو ہمارے اور غیر مبائعین میں تمام متنازعہ امور کے لئے ایک فیصلہ کن تحریر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"خدا تعالےٰ کے انزال رحمت اور روحانی برکت بخشنے کے لئے بڑے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں اوّل: یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے۔

دوم۔ دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتدا اور ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں .... اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالےٰ نے چاہا۔ کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔ پس اول اس نے قسم اول کے انزال رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا۔ تا وبشر الصابرین کا سامان مومنوں کے لئے تیار کر کے اپنی بشریت کا مفہوم پورا کرے۔ سو وہ ہزاروں مومنوں کے لئے جو اس کی موت کے غم میں محض للہ شریک ہوئے بطور فرط ہو کر خدا تعالےٰ کی طرف سے ان کا شفیع ٹھہر گیا۔ اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں ان کو پہنچا گیا۔ اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالےٰ دوسرا بشیر بھیجے گا۔ جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارہ میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا دوسرا نام **محمود** بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ یخلق اللہ مایشاء" (سبز اشتہار حاشیہ صفحہ ۱۵ تا ۱۷)

اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے متعلق حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶۰ میں فرماتے ہیں:-

"تب خدا تعالےٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ "دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہؤا۔ مگر خدا تعالےٰ کے وعدہ کے موافق میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدہ کا ٹلنا ناممکن ہے" یہ عبارت سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کی ہے جس کے مطابق یکم جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہؤا۔ جس کا نام محمود رکھا گیا۔ اور اب تک بفضلہ تعالےٰ زندہ موجود ہے۔ اور سترھویں سال میں ہے"

سبز اشتہار کا موعود خلیفہ برحق اور لوگوں کا مقتدا ہے

اس سبز اشتہار حاشیہ صفحہ ۱۶، ۱۷ کی عبارت جو اوپر درج ہو چکی ہے صاف بتاتی ہے، کہ محمود کے ذریعہ سے دوسری قسم کی رحمت کی تکمیل ہونی تھی۔ اور دوسری قسم کی رحمت کی جو تفصیل حضرت اقدس نے بیان فرمائی ہے اس کی رو سے یا تو آپ کو رسول یا نبی ہونا چاہئے تھا۔ یا امام یا ولی یا خلیفہ۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیفہ بنا کر دوسری قسم رحمت کی تکمیل کی تا آپ کی اقتدار اور ہدایت سے لوگ راہ راست پر

آئیں اور آپ کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پائیں۔ پس یہ ایک ہی حوالہ ایسا ہے جس سے غیر مبائعین کا باطل پر ہونا یقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی خلیفہ نہیں ہونا چاہئے۔ تو یہ بھی حضرت اقدس کے مذکورہ بالا قول کے صریح خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے خلیفہ بنائے گا۔ اور دوسری قسم رحمت کی تکمیل کرے گا۔ اگر کہیں کہ ہم انہیں اس لئے خلیفہ نہیں مانتے کہ ان کے عقائد درست نہیں وہ ضلالت پر ہیں۔ تو اس کا جواب بھی ابھی موجود ہے۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ وہ اس لئے خلیفہ یا امام ہوں گے۔ کہ تا لوگ آپ کی اقتدار اور ہدایت سے راہ راست پہ آئیں۔ اور آپ کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ یہ استدلال میں نے اپنی تقریر میں جو سالانہ جلسہ ۱۹۳۴ء کے موقع پر ہوئی کیا تھا۔ جو بعد میں چھپ کر شائع بھی ہو گئی۔ لیکن غیر مبائعین میں سے کسی کو اس استدلال کے غلط ثابت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جسے اب میں الحکم کے خاص نمبر میں بوعدہ انعام ایک سو روپیہ شائع کرتا ہوں۔ اگر مولوی محمد علی صاحب میرے استدلال کو غلط ثابت کر دیں تو انہیں مذکورہ بالا انعام دیا جائے گا۔ آخر میں میں از راہ ہمدردی ان سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خدارا ان ترقیات کو دیکھیں۔ جو گذشتہ ۲۶ سال میں **محمود** کو اللہ تعالےٰ نے عطا کیں۔ اور اپنی پے در پے ناکامیوں پر غور کریں جو اس عرصہ میں ان کے حصے میں آئیں۔ اور پھر سوچیں کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔

وصیت نمبر ۶۷۳۶

منکہ عبدالرحیم ولد میاں جلال الدین موصی قوم شیخ باشندہ پیشہ دکانداری عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن لکھاچوں ڈاکخانہ بنگہ ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری ماہوار آمد تخمیناً مبلغ ۲۰ روپے ہے۔ میں اسکا دسواں حصہ وصیت ماہ بماہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو تا زیست ادا کرتا ہونگا فی الحال میری جائیداد کچھ نہیں ہے۔ بوقت مرگ اگر میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصے کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں

العبد۔ عبدالرحیم ولد جلال الدین لکھاچوں بقلم خود

گواہ شد: قدرت اللہ تحصیل لکھاچوں بقلم خود

گواہ شد: عبداللہ ولد خیر الدین لکھاچو بقلم خود

لنڈن مشن کی تاریخ کا ایک ورق

(از جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے ناظر اعلیٰ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۵ اپریل ۱۹۳۹ء ملا۔ میں لنڈن کی تاریخ تو نہیں لکھ سکتا۔ لیکن ابتدائی واقعات کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ میرے جانے سے پہلے خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم لنڈن میں تبلیغ اسلام کر رہے تھے۔ ان کے کام کو تقویت دینے کے لئے تجویز تھی کہ کوئی دوسرا آدمی روانہ کیا جائے۔ یہ واقعات ابتداء ۱۹۱۳ء کے ہیں۔ اس کام کے لئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے چند دوستوں کو لنڈن جانے کی تحریک کی۔ لیکن خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اور مولوی محمد علی صاحب کے ڈر کی وجہ سے عام طور پر لوگ جانے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ اور لوگوں کا خیال تھا کہ مبلغ بجائے مفید کام کرنے کے ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو کر خواہ مخواہ ذلیل ہو گا۔ اور واپس بلا لیا جائے گا۔ تب میں نے دیکھا کہ کوئی دوست آگے بڑھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو ایسی خاموشی سے سخت رنج ہے۔ اس لئے میں نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا کہ مکرم مولوی محمد الدین صاحب اور مجھے ولایت روانہ کر دیا جائے۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب نے مولوی محمد الدین صاحب۔ اور میری طرف اس بات کو منسوب کیا۔ کہ گویا ہم دونوں نے قریباً ۲۰ ہزار روپے کا مطالبہ کیا ہے۔ اور اسے ہماری طرف منسوب کر کے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ سے زبانی کہا یا لکھ دیا۔ اس سے حضرت امیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مجھ سے سخت ناراض ہوئے میں نے بہت عذر کیا کہ میری طرف سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں ہوا۔ لیکن اس وقت حضرت امیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ماننے میں یہ بات نہیں آئی۔ اس پر میں نے اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر کے یہ عقیدہ کر لیا کہ صدر انجمن اور اس کے سیکرٹری صاحب کی مدد کے بغیر ہی لنڈن روانہ ہو جاؤں

اس خیال کا اظہار میں نے حضرت فضل عمر مرزا بشیر الدین محمود احمد (جو ہمارے موجودہ خلیفہ ہیں) سے کیا حضور نے بڑی مہربانی سے فرمایا کہ میں اسوقت تین صد روپیہ کا انتظام کر سکتا ہوں۔ آپ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں چلے جائیں۔ میں ابھی جا کر روپیہ روانہ کرتا ہوں۔ میں خوشی خوشی حضرت امیر المومنین کی خدمت میں واپس گیا۔ اور عرض کیا۔ کہ حضور کے منشاء کو پورا کرنے کے لئے میں اب ولایت جا رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے تین صد روپیہ کا انتظام کر دیا ہے۔ اور میرے لئے کافی ہے۔ میں یہ بات عرض کر رہا تھا۔ کہ حضرت امیر المومنین کی خدمت میں تین صد روپیہ بمع ایک رقعہ کے پہنچ گیا۔ اس پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو یقین ہو گیا۔ کہ پہلا امر دس ہزار روپیہ کا مطالبہ میری طرف منسوب کرنا محض حیلہ تھا۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب عصر کے وقت جب آئے۔ تو میری موجودگی میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اچھی طرح جھاڑ پلائی۔ اور حضور پر ان لوگوں کی چالاکی اور حیلہ سازی عیاں ہو گئی میں ۱۹۱۳ء کے جون یہاں سے روانہ ہو کر ۱۶ جولائی کو لنڈن پہنچ گیا تھا۔ وہاں لنڈن کے حصہ رجنڈ کے شین روڈ (   ) میں خواجہ صاحب مرحوم رہتے تھے۔ لیکن میرے جانے کے بعد جلدی ووکنگ مسجد میں چلے گئے لیکن خواجہ صاحب مرحوم مسجد سے پبلک لیکچرز کا کام نہیں لیتے تھے اور صرف خاص خاص لوگوں کو بلا کر تبلیغ کرتے تھے۔ اور اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ ہجوم کر کے ہمارے اوپر حملہ نہ کر دیں۔ خواجہ صاحب کے اس وہم سے مجھے حیرت ہوتی تھی۔ دوسرا مجھے وہ مہمانوں سے ملنے بھی نہ دیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو یہ ڈر تھا کہ میں لوگوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے متعلق ذکر کروں گا۔ اور اس سے عام مسلمان روپیہ پیسہ مدد دینی ترک کر دیں گے اور غالباً مسجد بھی چھن جائے گی۔ مجھے ان امورات سے سخت گھبراہٹ ہوتی تھی۔ اور میں نے اپنی طبیعت کے خلاف ایک سخت بے قاعدگی کی۔ وہ یہ کہ خواجہ صاحب کے علم اور اجازت کے بغیر میں نے ایک پوسٹر چھپوا کر تمام ووکنگ میں تقسیم کر دیا۔ کہ آئندہ اتوار کی صبح کو

ووکنگ مسجد میں اسلام کی خوبیوں پہ لیکچر ہوگا۔ اور ہر خاص و عوام کو دعوت ہے کہ مسجد میں وقت مقررہ پر آکر لیکچر سے مستفید ہوں۔ تقسیم کرنے کے علاوہ میں نے بعض مقررہ جگہ پر پوسٹر چسپاں بھی کر دیا۔ اور بقیہ پوسٹر مشن ہاؤس میں آکر خواجہ صاحب کے سامنے رکھ دیئے۔ خواجہ صاحب ان پوسٹروں کو پڑھ کر سخت گھبرائے اور مجھے کہا کہ ان کو شائع مت کرو۔ میں نے کہا یہ تو اب شائع ہو چکا ہے۔ اور تمام شہر میں تشہیر ہو چکا ہے۔ آئندہ کے لئے آپ بند کر دیں۔ لیکن یہ لیکچر ضرور ہوگا۔ اور عیسائیوں کے سامنے اسلام کی خوبیوں پہ لیکچر دینے کا کوئی نقصان جو ہوگا میں بھروں گا۔ آپ تکلیف نہ کریں۔ یا اسوقت آپ کہیں تشریف لے جائیں۔ خواجہ صاحب دل سے سمجھتے تھے کہ بلوہ ضرور ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے ایک وکیل بلایا۔ انہوں نے اور بھی ڈرایا۔ مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں نے شرارت سے ایسا کیا۔ واللہ۔ درحقیقت کوئی خطرہ نہیں تھا۔ تاہم خواجہ صاحب ان باتوں میں آکر نڈھال ہو گئے۔ اور کمر درد کے دورہ سے جوان کو وقتاً فوقتاً ہوا کرتا تھا۔ صاحب فراش ہو گئے۔ اتوار آیا۔ مسجد لوگوں سے بھر گئی اور بعض پادری صاحب بھی آئے۔ ایک آسٹریلیا کا مسلمان لنڈن آگیا۔ میں نے ۴۵ منٹ کے قریب تقریر کی۔ بعد میں حاضرین کو سوالات کرنے کی اجازت دی۔ پادریوں نے چند سوالات کئے میں نے ان کا جواب دے دیا۔ اس کے بعد حاضرین میں سے نومسلم آسٹریلین کھڑا ہوا۔ اور کہا کہ میں سٹیج پر آکر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں مسجد میں اکیلا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ شخص شرارت کرے۔ اور خواجہ صاحب کی بات پوری ہو جائے۔ آخر میری طبیعت نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے آنے دیا جائے۔ وہ صاحب سٹیج پر آئے اور انہوں نے اسلام پہ ایک پرجوش تقریر کی۔ اس کے بعد حاضرین میں سے بعض لوگوں نے کھڑے ہو کر حسب دستور میرا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ ہم مشکور ہوں گے۔ اگر اس قسم کے لیکچرز ہفتہ وار جاری کر دیئے جائیں۔ وہ لوگ سلسلہ کے متعلق علم حاصل کرنے کے بہت شائق تھے۔ میں نے ان لوگوں سے اس بات کا وعدہ کیا۔ اور خواجہ صاحب کو جاکر ساری روئیداد عرض کر دی۔ خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے۔ کمر درد غالباً اسی وقت کافور ہو گیا۔ اور بے ساختہ کہنے لگے۔ کہ آئندہ اتوار کو میں خود لیکچر دوں گا۔

ولایت میں غالباً یہ میری پہلی تقریر تھی۔ یہ واقعہ غالباً جنوری ۱۹۱۴ء کا ہے۔ اور اسلامک ریویو میں اس واقعہ کا مختصر نوٹ بھی نکلا تھا۔ کیونکہ مسجد ووکنگ پر یہ پہلا پبلک لیکچر تھا۔ والسلام

میں بن گیا ایاز وہ محمود ہو گئے

مولینا شمس مبلغ لنڈن

احمد نبی جو فارسی موعود ہو گئے — حاسد کی نظر میں وہ محسود ہو گئے
مامور تھے خدا کے حبیب و خلیل بھی — دشمن شدید آپ کے نابود ہو گئے
ان کے خلاف عسکر کفار کے رجیل — دھوکے فریب و مکر سب بے سود ہو گئے
چاروں جہت سے لشکر شیطان کے خلاف — خدام ان کے گولہ و بارود ہو گئے
آدم میں دیکھو زبدۂ مامور ایزدی — سارے ملائکہ کے وہ مسجود ہو گئے
کبر و غرور سے جو ہوئے منکرین وہ — ملعون ہو گئے سبھی مردود ہو گئے
اے منکرِ خلافت فضل عمر ہیں کیوں؟ — بڑھنے کے تجھ پہ راستے مسدود ہو گئے
تم کافرِ نبوّت احمد ہوئے تو وہ — فضلِ خدا سے مصلح موعود ہو گئے
جالوت کی صفات جو رکھتے تھے منکرین — ان کے لئے وہ مظہرِ داؤد ہو گئے
ذرّہ نوازی مجھ پہ ہوئی ان کی اسقدر — میں بن گیا ایاز وہ محمود ہو گئے

اتنا بڑھا ہے ان سے عقیدت کا رابطہ
شاہد ہوا ہے شمس وہ مشہود ہو گئے

"الحکم" زندہ باد

بندہ الحکم کے دفتر کے پاس سے گذر رہا تھا۔ کہ خیال آیا اپنا پرچہ لیتا جاؤں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اب کے پرچہ نہیں چھپا۔ کیونکہ کئی ہزار روپیہ خریداروں کے ذمے بقایا ہے۔ اور مجبوراً اخبار بند ہوا جاتا ہے۔ یہ کچھ ایسے دردناک الفاظ تھے کہ ایک احمدی سنکر کانپ اٹھتا ہے۔ بقایوں کی کوئی بھی وجہ ہو۔ ایک زندہ قوم اپنے ایک دیرینہ پرچہ کا اسطرح بند ہو جانا یقیناً کبھی گوارا نہیں کر سکتی۔ پھر وہ پرچہ جو کہ برسوں خدا تعالیٰ کی تازہ بتازہ وحی جو اس کے پیارے مرسل احمد نبی اللہ پر نازل ہوتی تھی دنیا کو پہنچاتا رہا۔

"الحکم" کی وہ خدمات جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک زمانہ میں بجا لائیں۔ کبھی بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں موجودہ نسل تو کیا آئندہ آنیوالی نسلیں بھی اس پرچہ کی زندگی کو اپنی زندگی کا ایک جزو قرار دیں گی۔ کیونکہ زندہ قومیں اپنی پرانی روایات کو کبھی مردہ نہیں ہونے دیتیں۔ ان کا ہر قدم ترقی کی طرف اٹھتا ہے۔

پس میں ہر احمدی کو جو الحکم کی خریداری کی استطاعت رکھتا ہو اپیل کرتا ہوں کہ وہ الحکم کو بند ہونے سے بچائے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات کو جن کے لئے دنیا بیتاب ہے۔ اور جو الحکم کے ذریعہ ہم تک اور ہر نو وارد احمدی تک پہنچ رہے ہیں بند نہ ہونے دے۔ بقایاداروں کی فہرست دل کو ہلا دینے والی غفلت کا نتیجہ ہے جو ایک قومی پرچہ کا گلا گھونٹنے کے لئے کافی ہے۔ پس احباب اس کی طرف متوجہ ہو کر تلافی مافات کریں۔ اور بقائے صاف کرتے ہوئے کثرت سے خریدار دے کر الحکم کو ہر قیمت پر زندہ رکھیں۔

خاکسار۔ عبدالحکیم احمدی شملوی